© rasailojaraid.com

سفرِ ہندوستان۔ مشاہدات وتاثرات

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۷رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱ردسمبر ۲۰۱۳ء سے ۱۴رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸ردسمبر ۲۰۱۳ء تک احقر ''ہندوستان'' کے سفر پر رہا۔ واپسی کے فوری بعد سفرنامہ مرتب کرنے کا ارادہ تھا لیکن مصروفیات کی بنا پر تکمیل ارادہ میں تاخیر ہوگئی۔ چونکہ سفر کے مشاہدات وتاثرات میں قارئین کو شامل کرنا چاہتا ہوں اس لئے تحریر کررہا ہوں۔ اللہ کرے یہ سفرنامہ ''دیر آید درست آید'' کا مصداق ہوجائے۔

لدھیانہ کے بعد ہماری اگلی منزل چندی گڑھ تھی۔ چندی گڑھ پنجاب اور ہریانہ دونوں صوبوں کا مشترکہ طور پر دارالحکومت ہے جبکہ شہر کا نظم ونسق مرکزی حکومت نے سنبھال رکھا ہے۔ جالندھر، کرتار پور، پھگواڑہ اور دوسرے متعدد شہروں سے گزرتے ہوئے ہم چندی گڑھ کی طرف رواں تھے۔ تقریباً 11 بجے شب چندی گڑھ پہنچے۔ مسلسل سفر کی وجہ سے اکثر ساتھی تھکاوٹ محسوس کررہے تھے۔ میزبان حضرات نے ہمارے قیام وطعام کا انتظام چندی گڑھ کے ایک خوبصورت ہوٹل میں کیا تھا۔ یہ ہوٹل اپنے محلِ وقوع اور نظافت وسلیقہ کے لحاظ سے معیاری تھا جسے دیکھتے ہی تھکن میں کمی محسوس ہوئی۔ نمازِ عشاء کے بعد تمام شرکاء سونے کے لئے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ صبح بیدار ہوئے تو بالکل تازہ دَم اور ہشاش بشاس تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ نیند حق تعالیٰ شانہٗ کی کتنی بڑی نعمت ہے جو جسمانی تھکاوٹ ہی نہیں بلکہ ذہنی و قلبی غم ورنج اور صدمے کو بھی کم یا ختم کردیتی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿وجعلنا نومکم سُباتا﴾ حضرت شیخ الہندؒ نے اس کا بہت بامعنی ترجمہ فرمایا ہے: ''اور بنایا نیند کو تمہاری تھکان دفع کرنے کے لئے۔''

یعنی دن بھر کی دوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند کرتا ہے سب تعب اور تھکان دور ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم کا لفظ ﴿سُباتا﴾ قابلِ غور ہے جس میں معانی کا ایک جہاں پوشیدہ ہے۔ ﴿سُباتا﴾ ''سبت'' سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنا ہے۔ گویا دِن بھر کی محنت وشفقت سے اعضاء میں جو شکستگی اور ضعف پیدا ہوتا ہے وہ نیند سے دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔﴿فتبارك الله احسن الخالقين﴾ چنڈی گڑھ سے روانہ ہونے کے بعد بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر مغلیہ دور سے چلے آنے والے ایک خوبصورت باغ میں جانا ہوا۔ یہ باغ پنجور نامی بستی کے قریب ہے۔ اسی بستی کے حوالے سے یہ "پنجور گارڈن" کے نام سے معروف تھا مگر اب اس کا نام "یادوندر گارڈن" رکھ دیا گیا ہے۔ یہ باغ سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ نے بنوایا تھا۔ چار صدیاں گزرنے کے باوجود یہ وسیع باغ اور اس کی عمارتوں کی رونقیں قائم ہیں۔ مکیں رخصت ہوگئے مگر مکان موجود ہیں جو زبانِ حال سے دُنیا کی بے ثباتی اور فنا کا درس دے رہے ہیں:

جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے

کچھ دیر ہم باغ کے مختلف حصوں میں گھومے پھرے۔ اس دوران میرے ذہن میں ماضی کے کئی واقعات گردش کرنے لگے کہ اگر اُس وقت علماء اور سیاست دانوں میں اعتماد کی فضا ہوتی تو شاید پاکستان کا نقشہ مختلف ہوتا اور آج یہ علاقے پاکستان میں شامل ہوتے اور ہمیں ان تاریخی مقامات کو دیکھنے کے لئے ویزے کی ضرورت نہ پڑتی۔ جب پاکستان بننے کا فیصلہ ہو چکا تھا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے رفیع قدوائی کو اپنا نمائندہ بنا کر محمد اسماعیل نواب آف چناری کے پاس بھیجا۔ نواب صاحب اس وقت مسلم لیگ کے ممتاز لیڈر اور صوبہ پنجاب کے صدر تھے۔ پیغام یہ تھا کہ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے، مگر ہماری ایک بات فیصلہ ساز رہنماؤں تک پہنچا دیں کیونکہ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ دہلی تک کا علاقہ لے لیں، بنگال نہ لیں کیونکہ بنگالی آپ کے ساتھ تیس سال بھی نہیں رہیں گے۔ ان بزرگوں نے جو کہا وہ حقیقت ثابت ہوا۔ ان حضرات کا وہ خطبہ مطبوعہ ہے مگر پاکستان میں نہیں چھپ سکتا کیونکہ اس پر پابندی ہے۔ ان حضرات نے یہ بات سہارنپور میں خطبے کے دوران کہی تھی۔

امام اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں خود اس خطبے میں موجود تھا اور میں نے ان کی تقریر کانوں سے سنی تھی۔ اس خطبے میں حضرت مولاناؒ کی روایت کے مطابق ان بزرگوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: "ہندوستان میں مسلمانوں کی خیر نہیں ہوگی اور پاکستان میں اسلام کی خیر نہیں ہوگی۔" آج سے کم وبیش ستر سال قبل ان بزرگوں نے جو فرمایا وہ آج مجسم صورت میں ہمارے سامنے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی صداقت کی شہادت دے رہا کہ: ﴿اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله﴾ "بندۂ مومن کی فراست سے ڈراس لئے کہ وہ اللہ کے عطا کردہ خصوصی نور سے دیکھتا ہے۔" اسی طرح "باغ" میں سیر کے دوران یہ خیال بھی آیا کہ مغل بادشاہوں نے اپنی سیر وسیاحت اور خوش عیشی کے لئے جو عمارتیں اور باغات بنائے وہ بظاہر عیش پرستی نظر آتی ہے مگر ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ آج یہ تاریخی مقامات جہاں، جہاں ہیں وہاں روزانہ ہزاروں سیاح انہیں دیکھنے آتے ہیں جوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملکوں کے لئے زرِمبادلہ اور آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں افراد کا روزگار ان تاریخی عمارتوں، باغات اور محلات سے وابستہ ہے۔

یہاں سے سرہند شریف جانا ہوا سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے خاندان وسلسلہ کے دیگر بزرگوں کی قبروں کے ساتھ ایک مسجد اور خانقاہ ہے۔ یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرقد مبارک پر حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرتؒ کے مزار کے منتظمین نے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہندوستان میں شعائر اسلام اور عام مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی حفاظت کے لئے بلاشبہ مجددانہ کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ہندوستان میں ''اکبر'' کے عہدِ حکومت ہی میں ایک مکتبِ فکر کا بہت زور ہو گیا تھا۔ رہی سہی کسر جہانگیرؒ کے تخت نشین ہونے کے بعد پوری ہوگئی جس کی بیوی نور جہاں اسی فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس عرصہ میں رقص و بدعات اور اظہارِ غم کی خود ساختہ رسمیں عام مسلمانوں میں بھی جاری ہونے لگیں۔ حضرتؒ کو جب اِن اُمور کی اطلاع ہوئی تو اِس فتنہ کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے نفس پر تکلیف نہیں اٹھاؤں گا دین کی تجدید کماحقہ نہ ہوگی۔ چنانچہ فرقۂ باطلہ کی رد میں آپؒ مکاتیب و رسائل تحریر فرمانے لگے۔ اس پر ایک فرقہ کے درباری امراء برافروختہ ہو گئے اور جہانگیر بادشاہ کے پاس شکایت کی اور اس کو اس حد تک آمادہ کر لیا کہ وہ آپؒ کو سخت سزا دے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت مجددؒ کو ہماری خدمت میں پیش کیا جائے۔ حضرتؒ کو آگرہ لایا گیا۔ بادشاہ نے حضرت مجددؒ سے پوچھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بہتر بتاتے ہیں۔ حضرت مجددؒ نے نہایت جرأت کے ساتھ فرمایا کہ جس طرح اہلِ سنت میں حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل جاننے والا اہلِ سنت سے نکل جاتا ہے اسی طرح فرقہ صوفیہ میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتے سے، جو مخلوقات میں سب سے پلید ہے، بہتر سمجھے وہ بھی اس فرقہ سے نکل جاتا ہے اور وہ صوفی نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اپنے آپ کو افضل سمجھے۔ حضرتؒ کی تقریر سے بادشاہ مطمئن ہو گیا مگر بادشاہ کے مطمئن ہونے کے بعد بھی بدباطن، حاسد امراء طرح طرح سے جہانگیرؒ کو حضرتؒ کے خلاف ابھارتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمدؒ آپ کے باغی ہیں، انہیں آزمانے کی ترکیب یہ ہے کہ انہیں آپ کے روبرو لایا جائے اور سجدہ تحیہ کے لئے مجبور کیا جائے اگر وہ سجدہ کریں تو بہتر ورنہ باغی تصور کیا جائے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ آپؒ نے سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور جرأت کے ساتھ فرمایا کہ غیر اللہ کو کسی بھی قسم کا سجدہ کرنا حرام ہے۔ آپؒ کا انکار کرنا تھا کہ معاندو حاسد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور آپؒ کو بادشاہ کے حکم سے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔ آپؒ نے قلعہ گوالیار میں مقید ہونے کے باوجود ارشاد و ہدایت کا سلسلہ قید خانے میں جاری رکھا جس کے نتیجے میں تمام غیر مسلم قیدی مسلمان ہو گئے اور حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مجددؒ نے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی سنتِ انبیاء علیہم السلام بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ تقدیر الٰہی نے آپ ؒ کو سنت یوسفی پر عمل کا موقع عطا کیا۔

قید خانے میں دو سال رہنے کے بعد جہانگیر کو پتہ چلا کہ اس نے امراء کے غلط مشورے پر حضرت ؒ کے ساتھ ظلم و ناانصافی کی ہے۔ اس پر وہ بے حد شرمندہ اور نادم ہوا اور نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے رہا کیا اور اپنے بلوانے پر معذرت چاہی۔ خود بھی مرید ہوا اور شہزادہ خرم (شاہ جہاں) کو بھی حضرت ؒ کا مرید کرایا۔

آپ ؒ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح و تربیت کا کام کیا جس سے ایک خاموش انقلاب برپا ہو گیا جس کے اثرات کما حقہ سلطان عالمگیر ؒ کے عہد حکومت میں ظاہر ہوئے۔ ہم نے عصر کی نماز سرہند شریف میں ادا کی اور اس کے بعد سہارنپور کی طرف روانہ ہوئے۔ سہارنپور میں عظیم دینی تعلیمی اور روحانی مرکز جامعہ مظاہر العلوم میں حاضری ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی زید مجدہم نے قافلہ کو خوش آمدید کہا اور پُر تکلف عشائیہ میں محبت و ضیافت کا حق ادا کیا۔

جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور، دار العلوم دیوبند کے بعد ہندوستان کا سب سے بڑا قدیمی دینی تعلیمی مرکز ہے جس سے بڑے بڑے جبالِ علم اور زُھّاد و عُبّاد پیدا ہوئے۔ یہیں حضرت شیخ الحدیث ؒ کے اس مختصر سے بوسیدہ گھر کی زیارت نصیب ہوئی جس کا تذکرہ "آپ بیتی" میں کچے گھر کے نام سے کئی جگہوں پر ہوا ہے۔ ہم نے عشاء کی نماز اس چھوٹی مسجد میں پڑھی جس میں کسی وقت حضرت شیخ الحدیث ؒ رمضان المبارک میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور ہند و بیرونِ ہند سے ہزاروں طالبانِ سلوک، عشق و معرفت خداوندی کی منازل طے کیا کرتے تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد ہم دیوبند کی طرف روانہ ہوئے۔

سہارنپور سے روانہ ہو کر نصف شب کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے ہم دیوبند میں داخل ہوئے۔ جب دار العلوم دیوبند پہنچے تو خیال یہ تھا کہ رات کا بیشتر حصہ گزر جانے کی وجہ سے اکثر اساتذہ و طلبہ آرام کر رہے ہوں گے لیکن یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ دار العلوم دیوبند کے اساتذہ و طلبہ و دیگر مخلصین ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جنہوں نے پُر جوش نعروں سے وفد کا استقبال کیا۔

دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا ابو القاسم نعمانی مدظلہم، جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصوری مدظلہٗ، سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سید محمود مدنی اور دار العلوم دیوبند کے اساتذۂ حدیث استقبال کرنے والوں میں شریک تھے اور رات گئے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ استقبال سے فراغت کے بعد تمام مہمانوں کو ان کی آرام گاہوں تک پہنچا دیا گیا۔ احقر کے ساتھ کمرہ میں حضرت مولانا گل نصیب اور برخوردار احمد حنیف تھے۔ صبح نمازِ فجر مہمان خانے کے سامنے چھوٹی مسجد میں ادا کی اور خوش الحان امام صاحب کی پُر سوز تلاوت سے محظوظ ہوئے جنہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمعۃ المبارک کا دِن ہونے کی وجہ سے سُنّت کے مطابق سورۂ الم السجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت فرمائی۔ نمازِ فجر سے نمازِ جمعہ تک کا وقت بھی آرام کے لئے مختص تھا۔ بستر پر لیٹا تو دارالعلوم دیوبند کی دینی خدمات اور عظمت وسطوت کے کئی اوراق کتابِ دِل میں تیزی سے الٹنے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کسی متعصب فرقے کا نام نہیں ہے، نہ یہ کوئی سیاسی جماعت ہے، نہ کوئی ایسا گروہ یا جتھہ ہے جو ہر حق ناحق میں ایک دوسرے کے ساتھ دینے کے لئے قائم کیا گیا ہو اور نہ یہ بحث ومناظرہ کی کوئی جماعت ہے جو صرف کسی خاص فرقے کی تردید کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہو بلکہ درحقیقت دارالعلوم دیوبند قرآن وسُنّت کی اس تعبیر کا نام ہے جو صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور اَسلاف اُمت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ یہ اس علمِ صحیح کا نام ہے جو بزرگانِ دین نے پیٹ پر پتھر باندھ کر ہم تک پہنچایا ہے۔ یہ سیرت وکردار کی اس خوشبو کا نام ہے جو صحابہؓ وتابعین کی سیرتوں سے پھوٹی ہے۔ یہ اس عہد وعمل کا نام ہے جس کا سہرا بدر واُحد کے میدانوں تک پہنچتا ہے۔ یہ اس اخلاص و للّٰہیت، تواضع وسادگی، تقویٰ وطہارت اور حق گوئی وبے باکی کا نام ہے جو تاریخِ اسلام کے ہر دور میں علمائے حق کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

پچھلی صدی میں دارالعلوم دیوبند کا تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں ان علمی وعملی اوصاف کو زندہ کیا اور ایسے انسان پیدا کئے جو ان اوصاف کے جیتے جاگتے پیکر تھے، لہٰذا جو شخص ان اوصاف سے متصف ہے، جسے ان خطوط پر پہلے اپنی پھر ساری اُمت کی اصلاح کی فکر ہے وہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہے خواہ ظاہری طور پر اس نے دارالعلوم دیوبند کو دیکھا بھی نہ ہو۔

دارالعلوم دیوبند کو حق تعالیٰ شانہ نے جو غیر معمولی مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی وہ فضلِ خداوندی کے بعد بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے خلوص وتقویٰ کا ثمر ہے ورنہ وہاں نشر واشاعت وپروپیگنڈے کا کوئی ذریعہ موجود ہے نہ اسے پسند کیا جاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی شاخوں کا ایک جال تمام برصغیر میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلا ہوا ہے جس سے علمِ دین کی مشعلیں روشن ہیں۔ دارالعلوم دیوبند نے ایک طرف بقائے اسلام اور علومِ دین کی تدریس وتصنیف کی خدمت انجام دی تو دوسری طرف اسلام پر اہلِ باطل نے جس قدر حملے کئے ان کا منہ توڑ جواب دیا اور مسلمانوں میں تبلیغ کر کے ان کے ایمان کو پختہ اور غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو اسلام میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔ برصغیر پاک وہند میں جب یورپ کا سب سے بڑا پادری فنڈر آیا، جس کو اپنے اسلامی علوم کی مہارت، فلسفہ دانی اور قوت مناظرہ پر ناز تھا، اس نے تمام علماءِ اسلام کو مناظرے کا چیلنج کیا اور انگریزی حکومت کی نگرانی میں آگرہ شہر میں وہ مشہور تاریخی مناظرہ ہوا جس میں بڑے بڑے انگریز بھی شریک تھے اور ہزاروں ہندو اور مسلمان بھی شریکِ مناظرہ تھے۔ موضوعِ مناظرہ ''توراۃ وانجیل کی تحریف'' تھی۔ یہ مناظرہ کئی دِن جاری رہا جس میں پادری فنڈر کو شکستِ فاش ہوئی اور جس میں سب کے سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پادری فنڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری کتابیں محرَّف ہو چکی ہیں، لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جن کتابوں کی صحت کا وہ مدعی تھا اب ان ہی کے محرَّف ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ یہ مناظرہ اُردو، فارسی اور عربی میں چھپ چکا ہے۔ عربی کا نام ''اظہار الحق'' ہے۔ پھر مسلمانوں کے مناظر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ہندوستان سے مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے اور اتفاق کی بات ہے کہ پادری فنڈر ہندوستان سے رسوا و ذلیل ہو کر استنبول پہنچا تو وہاں بھی علمائے استنبول کو چیلنج دینا شروع کیا۔ سلطان عبدالمجید خان مرحوم کا وقت تھا۔ خلیفہ تک خبر پہنچی اور یہ اطلاع بھی اس کو پہنچی کہ استنبول کے علماء میں سے کوئی اس پادری سے مناظرہ کے لئے تیار نہیں۔ سلطان نے فوراً گورنر حجاز کو لکھا کہ اگر حجاز میں کوئی عالم عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کی مشق رکھتا ہو تو اسے بھیج دیا جائے۔ حرم کے شیخ اس زمانے میں زینی وحلانؒ محدث تھے۔ گورنر مکہ نے سلطان کے اس حکم سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے درسِ حدیث کے حلقہ میں اس کا ذکر کیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بھی اس درس میں بیٹھا کرتے تھے، آگے بڑھ کر انہوں نے عرض کیا کہ اس فن سے بندہ بخوبی واقف ہے۔ مولانا رحمت اللہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ استنبول میں بھی فنڈر ہی نے فتنہ برپا کیا ہے۔ مولانا رحمت اللہ کو استنبول روانہ کیا گیا۔ جب پہنچے تو فنڈر کو خبر ملی کہ وہی آگرہ والا ہندی مولوی یہاں بھی سر پر مسلط ہو گیا ہے تو وہ بغیر کسی اطلاع کے استنبول سے بھاگ گیا۔ سلطان کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس کے دِل میں مولانا رحمت اللہؒ کی عظمت بڑھ گئی اور بڑی قدر دانی کی۔ خود بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ نے آریہ سماجی پنڈت دیانند کو مباحثہ آریہ رڑکی میں اور انگریز پادریوں کو مباحثہ شاہجہاں پور میں ایسی شکست فاش دی کہ پھر کسی پادری اور نہ کسی پنڈت کو یہ ہمت ہوئی کہ وہ علمائے اسلام کو مناظرے کا چیلنج دے سکیں۔ یہ دونوں مناظرے چھپ چکے ہیں۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے غلام ہندوستان میں صداقتِ اسلامی کو آفتاب کی مانند چمکایا۔

دارالعلوم دیوبند کے فیوض و برکات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے چاردانگ عالم میں پھیلا دیا۔ کوائف دارالعلوم دیوبند میں یہ واقعہ درج ہے کہ بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ نے خواب دیکھا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے پیروں کے نیچے سے نہریں نکل کر تمام عالم میں پھیل رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خواب مجسم شکل میں آج ساری دُنیا کے سامنے ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو جب جہانگیر نے دہلی طلب کیا تو دیوبند سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس جگہ سے علومِ نبوۃ کی خوشبو آئی ہے۔ جس کو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مجدد صاحبؒ کے غیر مطبوعہ مکتوبات میں خود دیکھا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی مقبولیت عنداللہ اور بابرکت ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ نے مالیات دارالعلوم کے لئے جو اُصول قائم کیے ان میں درج ہے کہ:

(۱)......حکومت اسلامی ہو یا غیر اسلامی، اس سے کوئی امداد قبول نہ کی جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲)......جن امراء کا چندہ دینے سے نام ونمود مقصود ہو ان سے چندہ قبول نہ کیا جائے کہ برکت غرباء کے چندہ میں زیادہ ہے کہ ان کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔

(۳)......دارالعلوم کے لئے مستقل آمدنی کا ذریعہ پیدا نہ کیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے خوف ورجاء اور اعتماد علی اللہ کے جذبہ میں کمی آجاتی ہے جو دارالعلوم دیوبند کی ترقی کا اصل سرمایہ ہے۔

یہ تمام اُصول ووصایا حضرت نانوتویؒ کے قلم سے اب تک دارالعلوم دیوبند میں موجود ہیں اور ان پر عمل ہے۔اس کے باوجود بادشاہوں کے بنائے ہوئے مدارس اجڑ گئے اور آج اُن کا نام ونشان باقی نہیں مگر درویشوں کا یہ ادارہ باوجود گوناگوں انقلابات کے ڈیڑھ سو سال سے اب تک قائم ہے اور ہر شعبہ میں ترقی کررہا ہے۔اس کے علاوہ اس ادارہ کو جو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے وہ اسلامی تاریخ میں کسی اور دارالعلوم اور دینی مدرسہ کو حاصل نہیں ہوئی۔جس زمانہ میں شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ دارالعلوم میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے تو کاشغر (چین) کا ایک طالب علم جو دارالعلوم میں پڑھتا تھا حضرتؒ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا۔حضرتؒ نے اس سے پوچھا کہ کاشغر میں کیسے پتہ چلا کہ دارالعلوم دیوبند بھی کوئی دینی مدرسہ ہے؟ اس نے عجیب واقعہ سنایا کہ کاشغر کا ایک تاجر دہلی میں آیا تھا۔جب کاشغر واپس پہنچا تو لوگوں کو دہلی کا حال سنانے لگا۔مقامی لوگوں نے اس سے پوچھا کہ دہلی کہاں ہے؟ اس نے کہا، دیوبند کے قریب ہے، تب جاکر ان کو علم ہوا کہ گویا دہلی کی پہچان دیوبند کے نام سے ہوتی ہے۔

یہ اہلِ دیوبند کے اخلاص کی برکت ہے ورنہ دہلی، ہندوستان کا دارالخلافہ ہے جبکہ دیوبند محض ایک قصبہ ہے جو آج بھی ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل ہیڈکوارٹر نہیں، نہ ہی دنیوی اعتبار سے ترقی کا زیادہ سامان ہے۔دیوبند کی طرح تھانہ بھون، گنگوہ، جلال آباد، رائے پور اور بستی نظام الدین وغیرہ کا شمار بھی بڑے شہروں میں نہیں ہوتا۔ان شہروں کی وجہ شہرت صرف اللہ والوں کے انفاس قدسیہ کی خوشبو ہے۔

راقم انہی خیالات میں تھا کہ نمازِ جمعہ کا وقت ہوگیا۔دارالعلوم دیوبند میں نمازِ جمعہ سے قبل کوئی خطاب نہیں ہوتا۔اوّل وقت میں خطبہ ونماز ادا کی جاتی ہے۔نماز کے بعد وعظ ہوتا ہے جس میں لوگ حسب حالات شریک ہوتے ہیں۔اس مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد قائدِ وفد حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے بڑا مؤثر خطاب فرمایا جسے اہلِ دیوبند نے عظمت ومحبت سے سنا۔نماز وخطاب کے بعد حضرت مولانا محمود اسعد مدنی زید مجدہم کی طرف سے تمام شرکاءِ وفد کے لئے پُرتکلف ظہرانے کا اہتمام تھا جس سے تمام حضرات شادکام ہوئے۔

..............جاری ہے..............

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com